

تفسير احمد

سُورَةُ النَّاسِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الناس» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الناس

جزء (30)

سورة الناس مکہ میں نازل ہوئی، اس کی چھ (۶) آیتیں ہیں۔

وجه تسمیہ:

اس سورہ کو اس لیے "سورة الناس" کہا جاتا ہے کہ آیت مبارکہ: "قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" سے اس کا آغاز ہوا ہے، اس کے علاوہ اس میں لفظ "ناس" پانچ (۵) مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

سورة الناس کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ "ناس" مکی سورتوں میں سے ایک ہے، اس کا ایک (۱) رکوع، چھ (۶) آیتیں، بیس (۲۰) الفاظ، اکیاسی (۸۱) حروف اور پچیس (۲۵) نقطے ہیں۔

(یاد رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

قرآن شریف میں ترتیب کے لحاظ سے سورة الناس قرآن کریم کی آخری سورت ہے، اور قرآن کی ترتیب سورہ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر، حمد ثناء اور مدد طلب کرنا شامل ہے، جبکہ معوذتین میں مدد طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا ہے بیان ہوا ہے۔

متعدد مفسرین نے سورة "الناس اور فلق" کو معوذتین کا نام دیا ہے، جیسا کہ دونوں سورتوں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سورتوں کی بحث ایک ہی ہے کہ دونوں میں شر سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے، اگر ہم سورت کے مندرجات پر تھوڑی سے توجہ دیں تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوگا کہ سورة الناس سورة الفلق کی تفسیر ہے، سورة الفلق میں گڑبوں پر پھونکنے والوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے، جبکہ سورة الناس ان کے بارے میں ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

دنیا کی آفات سے پناہ مانگنے کا ذکر سورة الفلق میں ہے، اور سورة الناس میں آخرت کی آفات سے پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے، سورة الفلق میں لفظ "شر" کا مفہوم بیان ہوا ہے، جس میں مصائب اور اسباب کا ذکر ہے، سورة الناس میں ایسی چیز سے پناہ مانگی گئی ہے جو تمام گناہوں کا سبب ہے، یعنی شیطان کے وسوسے اور اس کے اثرات، چونکہ آخرت کا

نقصان زیادہ سخت ہے، چنانچہ اسی پر تاکید کرتے ہوئے اس سورت پر قرآن کریم کا اختتام ہوا۔

سورہ الناس کی آیات کی مجموعی تقسیم

پہلی آیت سے تیسری آیت تک، انسان کا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا اظہار ہے، سورت کی آیت "۴" سے آخر تک یعنی آیت "۶" تک ان برائیوں کا بیان ہے جن سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، وہ شرور اور برائیاں جو دو گروہوں یعنی: انسانوں اور جنوں کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں، سورہ فلق میں جن برائیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ عام تھیں، لیکن یہاں انسانوں اور جنوں کے دو گروہ سے یہ صادر ہوتی ہیں۔

سورہ الناس کا عمومی خلاصہ

اس سورت کا مجموعی خلاصہ ایک حقیقی اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ: ہوشیار اور بیدار رہو کہ انسان ہمیشہ شیطانی فتنوں کا شکار رہتا ہے، اور شیاطین جن و انس مسلسل دل میں اثر ڈالنے اور گھسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، انسان کا مقام علمی لحاظ سے جتنا اونچا ہوگا اور معاشرے میں اس کی حیثیت جتنی زیادہ ہوگی، اسے راہ راست سے ہٹانے کے لیے شیطانی وسوسے اتنے ہی زیادہ شدید ہوں گے۔

لہذا اس سورت میں پیغمبر ﷺ کو عالم انسانی کے لیے مثال، رہبر اور رہنما کے طور پر تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پناہ مانگنی چاہیے وسوسے ڈالنے خناس کے شر سے "الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ" اس اللہ کی جو لوگوں کا پروردگار اور معبود ہے۔

اس دور میں شیطان کا تحرک اور منصوبہ بندی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی سرگرمیاں اور منصوبے خفیہ طور پر انجام دیتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شیطان انسان کے کانوں میں باتیں ڈالتا ہے اور اس کے دماغ میں ایسے خیالات پیدا کرتا ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا اپنا منصوبہ اور نظریہ ہے اور اس کے اندر سے جوش مارا ہے، اور یہی فتنہ اور گمراہی کا باعث بنتا ہے رہنمائی کی آڑ میں۔

انسان کو چاہیے کہ شیاطین کو اپنی طرح اپنے لباس میں دیکھنے کی امید نہ رکھے، بلکہ وہ لوگوں پر غلبہ پانے کے لیے ہمیشہ حق اور باطل کو خلط ملط کر دیتے ہیں، لہذا سورہ الناس کی عمومی بحث کا ایک حصہ انسان کی تعلیم و تربیت ہے، کہ یہ سورہ انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ: انسان ہمیشہ شیطانی وسوسوں کا شکار رہتا ہے، اور شیاطین جن و انس انسان

کے دل و جان میں گھر کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، انسان کو زندگی بھر
چوکنا اور بیدار رہنا چاہیے ، اور کبھی بھی شیطان سے لڑنے کا طریقہ
نہیں بھولنا چاہیے۔
علماء کہتے ہیں کہ شیطان کا عمومی مقصد لوگوں کو راہ راست سے ہٹانا
ہے۔

سُورَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (1) مَلِكِ النَّاسِ (2) إِلَهِ النَّاسِ (3) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (4) الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (5) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (6)

سورة الناس کا ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۱	کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں
مَلِكِ النَّاسِ ۲	لوگوں کے بادشاہ کی
إِلَهِ النَّاسِ ۳	لوگوں کے معبود کی
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۴	اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے
الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۵	جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۶	(خواہ وہ) جنات سے (ہو) یا انسانوں سے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"الناس": لوگ، "ملک" سردار اور رہنما، حاکم، اختیار کا مالک، "الہ" معبود، حاکم، وہ جو دلوں پر حاوی ہے، "الوسواس" وسوسہ ڈالنے والا، موسوس، "الخناس" (تکویر: ۱۰ - الخنس)

"یوسوس": وسوسہ ڈالتا ہے، وہ آہستہ اور نرمی سے بولتا ہے، "الجنة": جنوں کا گروہ۔

محترم قارئین

اس بابرکت سورہ میں شیاطین، جنوں اور انسانوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے، امام احمد نسائی اور ابن حبان نے ابوذرؓ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، فرمایا: ابوذر! تم نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو، اس کے بعد میں نے نماز پڑھی اور آکر بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اباذر، تعوذ باللہ من شر

شیاطین الإنس والجن"، "اے ابوذر! انسان اور جن شیاطین کے شر سے خدا کی پناہ مانگو" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا انسان شیاطین بھی ہوتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔

سورة الناس کی تفسیر

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱	کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں
----------------------------------	---

آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی، مالک کی اور لوگوں کے (حقیقی) حاکم کی پناہ مانگتا ہوں، کہو اے نبی! میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، میں التجا کرتا ہوں اور بھروسہ کرتا ہوں، کیونکہ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ پناہ مانگی جائے اور التجا کی جائے لفظ "قل" میں مخاطب نبی کریم ﷺ ہے جو کہ پیشوا اور مثال ہے، اور اس مبارک اور اعلیٰ درجے کی قدوہ کی پیروی کرتے ہوئے تمام مؤمنوں کو یہ کہنا چاہیے اور ایسی پناہ میں جانا چاہیے، مفسر شیخ ناصر الدین عبداللہ بیضاوی کہتے ہیں: پچھلی سورت میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا جسمانی نقصان سے تھا، جبکہ اس سورت میں اس کی پناہ ان نقصانات سے ہے جو انسانی روحوں پر آتے ہیں، اور خاص کر بشر کے لیے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن عظیم میں لفظ "قل" (۳۰۰) سے زیادہ مرتبہ آیا ہے، جن میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو مخالفین یا موافقین کے جواب میں حکم ہے، مفسرین کہتے ہیں: اگر چہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا رب ہے، لیکن انسان کی تعظیم کے طور پر اسے خاص طور پر ذکر کیا ہے، کیونکہ اس نے کائنات کی تمام مخلوقات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے اور ان کو حکمت و علم سے آراستہ کیا، اپنے مقدس فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ ریز کیا، پس وہ خدا کی سب سے افضل مخلوق ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ: "قل" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نبی ﷺ وحی کے امین ہیں، اور اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے۔ اس کے علاوہ لفظ "قل" سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرات اتنے شدید ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو پناہ لینے کا حکم دیتا ہے، اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کے جملے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر برائی کا مقابلہ ممکن نہیں، آیت مبارکہ "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کا مواد اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ؛ گنہگاروں کو اپنی زندگی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے نہ کہ صرف اہل ایمان کا۔

اس کے علاوہ یہ جملہ: "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جب

نبی اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں تو ہمارا فرض صاف ظاہر ہے، واضح ہے کہ: انسان خود خدا کی تربیت کے تابع ہو کر، "بِرَبِّ النَّاسِ" اس کی سلطنت اور حکومت قبول کرے۔

یہ بھی جان لو کہ: کافر لوگ اپنی طاقت، آبادی، قومیت یا اپنی دولت میں پناہ لے کر فخر محسوس کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے عظیم رب جو مالک، خدا اور بادشاہ ہے کی پناہ میں رہتے ہیں۔

مَلِكِ النَّاسِ ۲	لوگوں کے بادشاہ کی
-------------------	--------------------

اور میں پناہ مانگتا ہو لوگوں کے "بادشاہ" کی، یعنی: اس ہستی کی جس کی کامل بادشاہت ہے، مکمل حاکمیت، بے مثال اور لا محدود غلبہ ہے، وہ حکمرانوں سمیت تمام مخلوقات کا مالک ہے، اور ان پر مکمل مالکیت رکھتا ہے، وہ ان پر حکومت کرتا ہے، اور ان کے کاموں کا انتظام کرتا ہے، عزت و ذلت اس کے ہاتھ میں ہے، اور وہی فقر اور بے نیازی دیتا ہے۔

إِلَهِ النَّاسِ ۳	لوگوں کے معبود کی
-------------------	-------------------

"اور میں لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں، اور چونکہ مالک (حاکم) کبھی معبود ہوتا ہے اور کبھی نہیں، اس لیے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ الوہیت اور معبودیت اسی کا خاصہ ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی شراکت نہیں رکھتا، "إِلَهِ النَّاسِ": انسان کی عزت کے اظہار کے لیے اور اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے خدائے انسانیت نے تین بار "الناس" کو دہرایا ہے، صرف ضمیر پر اکتفا نہیں کیا ہے، اور اسے دہرانا اچھا ہے۔

مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ تین صفات رب ذوالجلال کی صفات میں سے ہیں: "ربوبیب"، "مالکیت"، "الوہیت" پس خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک اور شہنشاہ ہے، تمام چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اسی کی ملکیت میں ہیں، اس لحاظ سے پناہ مانگنے والے کو حکم دیتا ہے کہ ایسی ہستی کی پناہ مانگے جس میں یہ تین صفات ہوں (مختصر: ۳/۶۹۶)

توجہ فرمائیں: سب سے پہلی چیز جو انسان کو محسوس ہوئی ہے وہ اس کی نشوونما، تکمیل اور پرورش ہے، "بِرَبِّ النَّاسِ" سیا ست، منصوبہ بندی اور حکومت کے بعد، "مَلِكِ النَّاسِ" جیسے ہی اس کی نشوونما میں اضافہ ہوتا ہے پھر عبادت اور پرستش ہے، اور "إِلَهِ النَّاسِ" کا جملہ ہمیں یہ سکھاتا

ہے کہ انسان کو کسی ایسی ذات کی پناہ لینی چاہیے جو اندر کے رازوں اور آزمائشوں کو جانتا ہو، "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ" (سورہ غافر: ۱۹)

ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)

اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے	مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝
---	---------------------------------------

میں اس کی پناہ لیتا ہوں جس کا ذکر کیا گیا ہے، "وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے کہ شیطان "خناس" ہے، "خناس" (خنوس) سے بمعنی چھپ جانا اور پیچھے ہٹنا ہے، شیطان خود بھی مخفی ہے اور اس کا کام بھی خفیہ ہے، اگر اس کا فتنہ اور وسوسہ ظاہر ہو تو لوگوں پر غالب نہیں ہوسکتا تھا، لیکن وہ خوبصورت انداز میں ظاہر ہوجاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے دل پر نگاہ رکھتا ہے، جب انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور جب انسان اللہ کو بھول جاتا ہے تو شیطان اس کا دل پکڑ لیتا ہے، اور اس میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (حافظ موصلی سے روایت ہے)

اب جبکہ شیطان خناس ہے، اپنے شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ اس قدر آتا جاتا ہے کہ جب تک کہ اس کا منصوبہ کامیاب نہ ہوجائے، اس لیے ہمیں بھی اپنی زندگی میں اللہ کو بہت یاد کرنا چاہیے۔ قرآن عظیم میں انسان پر کئی بار تنقید کی گئی ہے، اور جیسے ہی اس سے خطرات دور ہوجاتے ہیں تو اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ گویا وہ ہمیں جانتا ہی نہیں، قرآن عظیم سورہ (یونس: ۱۱) میں فرماتا ہے: "وَلَوْ

يُعْجَلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَلَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجْلُهُمْ ۝ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۱۱"

ترجمہ: "اور اگر خدا لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں، تو ان کی (عمر کی) میعاد پوری ہوجا چکی ہوتی، سوان لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکے رہیں"۔

اس مبارک آیت کے مفہوم کی طرح سورہ کہف میں آیت "۵۸" اور سورہ فاطر کی آیت "۴۵" میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جلدی لوگوں

کو ان کے اعمال کی سزا دے گا تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے، اختیار جو کہ فرض کی بنیاد ہے، وہ ختم ہو جائے گا اور اطاعت ایک ہنگامی پہلو اختیار کرے گی۔

ممکن ہے کہ "اسْتَعَجَلَهُمْ بِالْخَيْرِ" کا معنی یہ ہو کہ خدا کی سنت نیکی پہنچانے میں تیز رفتاری سے اور شر پہنچانے میں مہلت کے ساتھ ہو، اور اس جملے کا معنی یہ ہو کہ خدا تعالیٰ خیر پہنچانے میں جلدی کرتا ہے۔

جب کہ وہ "رَبِّ النَّاسِ" لوگوں کا رب ہے تو ہمیں دوسروں کے تربیتی طریقوں کو نہیں اپنانا چاہیے، اب جب کہ وہ "مَلِكِ النَّاسِ" لوگوں کا بادشاہ

ہے، تو ہم خود کو دوسروں کا غلام نہ بنائیں، اور جب وہ "إِلَهِ النَّاسِ" لوگوں کا معبود ہے، تو ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے علاوہ کسی سے وابستہ نہ ہوں، یہ سوچ اور ایمان فتنوں سے بہترین پناہ کا ذریعہ ہے۔

وہ جو لوگوں کے سینے، دل اور روح میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ انسانوں سمیت جنوں اور شیاطین میں سے ہو سکتا ہے، ہاں، امیدیں اور وعدے، آج اور کل کرتے رہنا فتنے کے طریقوں میں سے ہیں۔

"الوسواس": وسوسے سے مراد پوشیدہ، آہستہ اور دھیمی آواز ہے، امام قرطبی نے کہا: شیطان کا وسوسہ یہ ہے کہ لوگوں کو خفیہ باتوں سے اپنی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے، ایسا وسوسہ کہ آواز سننے بغیر دل تک پہنچ جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۲۰/۶۲۳)۔

"الخناس": خناس، خنوس کے مادہ سے ہے، جنوں اور انسانوں سے پیدا ہوتا ہے، انسانوں کو دھوکہ دینے اور سازش کرنے کے لیے آجاتا ہے، کہ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کا مددگار نہ ہو تو انہیں تباہ کر کے آزمائش میں ڈال دے گا، اگر کوئی شخص خدا کو مدد کے لیے پکارتا ہے تو شیطان خناس فوراً بھاگ جاتا ہے، اور خود کو ایک اور موقع کے لیے تیار کرتا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: "وسواس" یعنی: وسوسہ کرنے والا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ فتنے کی حالت میں رہتا ہے، وہ نہ تھکتا ہے اور نہ ہی سست ہوتا ہے، جسے کہتے ہیں: وہ انتھک ہے، اور "خناس" یعنی: وہ دشمن جو اسے پیچھے ہٹاتے ہو وہ چھپتا دکھائی دیتا ہے، اور جب آپ یہ خیال کرتے ہو کہ وہ چھپا ہوا ہے، وہ دوبارہ آتا ہے، جیسے آپ کسی کو ایک دروازے سے نکالتے ہو تو وہ دوسرے دروازے سے تمہارے پاس واپس آجاتا ہے، چونکہ "خناس" کے اصل معنی: جمع ہونا اور پیچھے ہٹنا ہے، یہ اس سے کنایہ ہے کہ جب تم اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور

تم اللہ کا نام لیتے ہو، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہو، تو شیطان بھاگ جاتا ہے، جب لمحہ بھر کے لیے لاپرواہی اور غفلت برتتے ہو تو شیطان دوبارہ ظاہر ہوتا ہے، درحقیقت وہ مسلسل غائب اور حاضر رہتا ہے، داخل ہوتا اور نکلتا ہے، پیچھے ہٹتا اور حملہ کرتا ہے، لہذا شیطان کے لیے "خناس" عموماً چھپانے کے معنی میں آتا ہے، درحقیقت وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ کہو، میں شیطان کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جو خدا کے نام سے بھاگتا ہے اور چھپ جاتا ہے، شیاطین ہمیشہ لوگوں کی لاپرواہی کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے ہی انسان غافل ہو جاتا ہے وہ حاضر ہو جاتے ہیں، اور جیسے ہی انسان چوکنا ہو جاتا ہے اللہ کی پناہ لیتا ہے اور آیات الہی کو یاد کرتا ہے، تو وہ غائب ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ حضور الہی کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے۔

لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ خود کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جوڑے رکھے اور فریب کاروں اور چالوں کے مقابلے میں ضروری سہولتوں کے ساتھ ہمہ وقت تیار رکھے غافل نہ رہے اور بیدار رہے، تاکہ فتنہ انگیزوں کی چال میں نہ پھنس جائے، ورنہ یہ مخلوق یا ناپاک مخلوقات کے ذریعہ یا خاص طور پر انسان صفت وسوسہ ڈالنے والوں کے ساتھ حملہ کر کے اسے تباہ کر دے گی۔

"خناس" دھوکے باز جھوٹا دوست اور ساتھی، بے وفا غدار دوست، زمانے کے خونخوار، ظلم کی طرف رہنمائی کرنے والا، بدعنوان اور بد معاشوں کا کام ہے جو مختلف طریقوں سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتے اور دھوکہ دیتے ہیں، اور چالیں، جھوٹ، شعبدہ بازی، فریب، مکر اور بیہودہ باتوں اور طرح طرح کے سماجی، مالی، انسانی، نسلی، قومی اور مذہبی حقوق کو روند دیتے ہیں، اور وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ جھوٹ اور فتنوں کی چھتری تلے سب کچھ برباد کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے دل میں دو گھر ہوتے ہیں، ایک میں فرشتہ اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے (فرشتے اسے اچھے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور شیطان برے کام کی) چنانچہ جب بھی بندہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے، شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جیسے ہی اللہ کے ذکر سے غفلت برتتا ہے تو وہ انسان کے دل پر قبضہ کر کے اس میں برے وسوسے ڈال دیتا ہے (رواہ ابویعلیٰ عن انس مرفوعہ، مظہری)

جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے

الَّذِي يُوسِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝

لفظ "وسواس" کا آیت مبارکہ میں بمعنی موجود اور وسوسہ ڈالنے والے کے ہے، وسوسہ، خطرات اور ناجائز خیالات کے معنی میں بھی ہے، لیکن یہاں پر وسوسہ ڈالنے والے کے معنی میں ہے۔
 باوجود اس کے کہ وہ کہتا ہے: "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" یہ شیطان کے کام کے بارے میں کہتا ہے، اس کی تاکید اگلی آیت میں کی گئی "الَّذِي يُوسِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ"، اور "يوسوس" فعل مضارع ہے۔

فعل مضارع عمل کے تسلسل اور اسرار کے لیے آتا ہے، مطلب یہ کہ وہ ہر وقت انسانوں کے وسوسے میں مشغول رہتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں گھس جاتا ہے، یعنی ممکن ہے کہ ظاہری طور پر آپ اسے نہ دیکھ سکیں، اور اس کی موجودگی کو جسمانی طور پر محسوس نہ کریں، لیکن وہ انسانوں کے اندر اپنے فتنوں اور کج رویوں میں مصروف رہتا ہے، یاد رہے کہ "الَّذِي يُوسِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ" کے جملے میں مذکور تسلط کی یہ شکل انسانی سینے پر ایسی نہیں ہے کہ اس سے فرار کی کوئی صورت نہ ہو، کیونکہ قرآن کریم سورہ اعراف کی آیت ۲۰۱ میں ارشاد فرماتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ" ۲۰۱ "ترجمہ: "جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں"

یہاں یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ وسوسہ برے عمل کا نقطہ آغاز ہے، اور جب یہ کسی غافل یا خالی الذہن شخص کو متاثر کرتا ہے تو پہلے اس کے دل میں ایک بری خواہش پیدا کرتا ہے، مزید وسوسہ ڈالنے کے بعد اس خواہش کو بری نیت اور ارادہ میں تبدیل کرتا ہے، پھر جب وسوسہ مزید بڑھ جاتا ہے، تو وہ ارادہ اور نیت ایک پختہ عزم میں بدل جاتا ہے، اور پھر آخری مرحلہ برا عمل ہے، اس لحاظ سے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے خدا کی پناہ لینے کا مفہوم اور تصور یہ ہے کہ عظیم المرتبہ خدا برائی کو اس کے آغاز میں ہی مٹا دیتا ہے۔

(خواہ وہ) جنات سے (ہو) یا انسانوں سے

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۲۰۱

اس آیت مبارکہ میں وسواس کا بیان ہے، یعنی: وسوسہ ڈالنے والا کبھی جنوں میں سے ہوتا ہے، اور کبھی انسانوں میں سے، شیطان جن (جیسا کہ ذکر ہوا) لوگوں کے دل، دماغ میں وسوسہ ڈالتا ہے، لیکن انسی شیطان کا

وسوسہ لوگوں کے دلوں میں ایسا ہوتا ہے کہ وہ انسان کے سامنے خود کو ایک مشفق اور نصیحت کرنے والے کی صورت میں پیش کرتا ہے، اس کی باتیں خیر خواہی اور نصیحت کی صورت میں ہوتی ہیں، وہی بات انسان کے دل میں اترتی ہے جسے جنی شیطان اپنے وسوسے سے اس کے دل میں ڈالتا ہے، ایک قول کے مطابق: ابلیس جس طرح انسانوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اسی طرح جنوں میں بھی وسوسہ ڈالتا ہے، "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ" کا عمومی نتیجہ اور فہم یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو جنی اور انسی شیاطین سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شیطان جنی کا تو وسوسہ ڈالنا واضح ہے، کہ وہ خفیہ طور پر انسان کے دل میں باتیں ڈال دیتا ہے، لیکن شیاطین الانس تو ظاہراً سامنے آکر باتیں کرتا ہے، اس کا وسوسہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان الانس بھی سامنے زیادہ بولتے ہیں، جس سے سننے والے کے دل میں شک و تردد پیدا ہوتا ہے وہ صراحت کے ساتھ نہیں کہتے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب "الفوائد فی مشکلات القرآن" میں کہتے ہیں: شیاطین الانس کے وسوسہ سے مراد خود انسانی نفس کا وسوسہ ہے، کیونکہ جس طرح شیطان انسان کے دل میں برے کام کرنے کی خواہش ڈالتا ہے، اسی طرح انسان کا نفس بھی برے کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگیں، حدیث میں یہ ہے کہ: "اللهم انى اعوذ بك من شر نفسى وشر الشيطان و شرکة" یعنی: "اے اللہ! میں اپنے نفس کے شر، شیطان اور اس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

ہم یہاں اضافہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے مطابق ابلیس جنوں کے خاندان سے ہے اور جنات ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمارے حواس سے پوشیدہ ہے۔

اس لیے شیطان ایک جن ہے، اور یہ کہ شیطان کے سپاہی جنات ہیں یہ ایک فطری مسئلہ ہے، جب کہ اس مبارک سورت میں خدائے بزرگ و برتر ہم سے اس قسم کے شیطان کے بارے میں بات کر رہا ہے جو انسانی جنس میں سے ہے، فرماتا ہے: "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ" اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شیطان کے قابو میں آجائے تو وہ درحقیقت شیطانوں میں سے ایک شیطان ہو جائے گا، اب شیطان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کے سپاہی اس کی اپنی جنس کے

ہوں یا جنات کی جنس سے، گویا اس کے پاس جنوں کا لشکر ہے، یا یہاں تک کہ وہ کچھ لوگوں کو اپنے راستے میں لاسکتا ہے، اور انہیں خلفشار کے طور پر استعمال کرسکتا ہے، چنانچہ ہمیں اپنے ارد گرد کے انحرافی عوامل اور خلفشار سے پناہ مانگنی چاہیے چاہے وہ ہماری اپنی ذات سے ہوں یا ایسی مخلوقات کی شکل میں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے، لیکن ان کے وسوسوں کو اپنی روح میں محسوس کرتے ہیں۔

شیطان کو انسان پر مسلط کرنے کی وجہ

مفسرین اپنی تفسیر وں میں شیطان کو انسان پر مسلط کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اللہ کی طرف سے شیطان کو انسان پر مسلط کرنا اس لیے ہے کہ لوگ اس کے ساتھ مقابلہ کریں، اور آزمائے جائیں، لیکن وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ دی ہے، وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "وہ شخص تم میں سے نہیں ہے جس کا ساتھی اور ہمنشین شیاطین میں سے متعین کیا گیا ہو، صحابہ نے عرض کیا: کیا آپ بھی یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حتیٰ کہ میں بھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے مجھے میرے ساتھی شیطان پر غالب کیا ہے، چنانچہ وہ شیطان میرے تابع (یا مسلمان ہو گیا ہے) اس لیے وہ مجھے خیر کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔

حضرت انسؓ سے مروی حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ مسجد میں متعکف تھے کہ رات کے وقت صفیہ ام المؤمنین آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے تشریف لائیں، اور آپ ﷺ ان کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لے گئے تاکہ انہیں گھر تک لے جائیں، اسی دوران انصار میں سے دو آدمی آپ ﷺ کے پاس سے گذرے، جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے تاکہ جلدی گذر جائیں، تو آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ عورت جو میرے ساتھ ہے، صفیہ حی کی بیٹی اور میری بیوی ہے۔"

ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ، یا رسول اللہ! کیا ہم نے آپ ﷺ کے بارے برا گمان کیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الشيطان يجرى من ابن آدم مجرى الدم و إني خشيت أن يقذف في قلبك ما شئنا. أو قال شرا " ترجمہ: "شیطان ابن آدم (انسان) کے بدن میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون رگوں میں گردش کرتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کچھ (یا کہا: کوئی شر) نہ ڈال دے"

نیز حدیث شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان ابن آدم کے دل پر اپنا لگام لگا رکھتا ہے، پس اگر وہ اللہ کو یاد کرے گا تو پلٹ جائے گا، اور اگر اللہ کا ذکر بھول جائے گا تو اس کے دل کو نکل جائے گا، پس یہ ہے وہ "وسواس خناس"۔

اسی طرح ابی تمیبہ سے مروی حدیث شریف میں آیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کی سواری پھسل گئی، تو میں نے کہا: (لعنت ہو شیطان پر) نامراد ہو شیطان! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کہو کہ: نامراد ہو شیطان! کیونکہ جب تم یہ کہو گے تو وہ خود کو بڑا محسوس کرے گا اور کہے گا: میں نے اسے اپنی طاقت سے قابو کیا، لیکن اگر تم کہو: بسم اللہ: خدا کے نام پر! اس صورت میں شیطان خود کو چھوٹا محسوس کرتا ہے، اور اس قدر کچلا جاتا ہے کہ وہ مکھی کی طرح ہوجاتا ہے۔"

ابن عباسؓ کہتے ہیں: "جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے دل میں وسواس ہوتے ہیں، جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو شیطان واپس چلا جاتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت ہوجائے تو وسوسہ ڈالتا ہے۔"

سورہ ناس میں خدا تعالیٰ کی تین صفات

سورۃ ناس میں خدا تعالیٰ کی تین عظیم صفات میں سے (ربوبیت، مالکیت اور الوہیت) بیان کی گئی ہیں، ان سب کا تعلق براہ راست انسان کی تعلیم اور اسے وسوسوں کے حملے سے بچانے سے ہے۔ البتہ خدا کی پناہ لینے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ انسان صرف اپنی زبان سے کہے، بلکہ اپنی فکر، عقیدہ اور عمل کے ساتھ بھی شیطانی طریقوں سے، برے افکار اور پروپیگنڈے سے خدا کی پناہ لے، بری مجالس اور شیطانی حلقوں سے کنارہ کش ہوجائے، اور رحمانی افکار اور تبلیغ کی راہ پر گامزن رہے، ورنہ جس شخص نے عملاً خود کو ان فتنوں کے طوفان سے دوچار کیا ہو وہ صرف اس سورت کو پڑھنے، اور ان الفاظ کے ادا کرنے سے کھبی بھی ان فتنوں سے نہیں بچ سکتے گا۔

"رب الناس" کہہ کر، انسان رب کی ربوبیت کو تسلیم کرتا ہے، اور خود کو اس کی سرپرستی میں رکھتا ہے۔

"ملک الناس" کہہ کر اپنے آپ کو اس کی ملکیت سمجھتا ہے، اور اس کے حکم کا غلام بن جاتا ہے۔

اور "الہ الناس" کہہ کر اس کی عبادت کی راہ میں قدم رکھتا ہے، اور اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت سے پرہیز کرتا ہے، بلاشبہ جو

شخص ان تینوں صفات پر یقین رکھتا ہے اور خود کو ان تینوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہے وہ فتنہ انگیزوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ درحقیقت یہ تین صفات تین اہم تعلیمی اسباق، تین روک تھام کے پروگرام اور فتنہ انگیزوں کے شر سے بچانے کے تین اہم ذرائع ہیں، گویا انسان کے لیے ان خطرات کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔

اس سورت میں قابل بحث موضوعات

اس سورت میں قابل بحث موضوعات استعاذہ اور اللہ کی پناہ مانگنا۔

استغاثہ کی اقسام

استغاثہ کی دو قسمیں ہیں:

الف: اسباب اور چیزوں میں استغاثہ۔

اسباب کی دنیا میں استغاثہ کا مطلب یہ ہے کہ مثال کے طور پر انسان ایک مشکل میں ہوتا ہے، تو اس حالت میں وہ ایسی مخلوق سے مدد مانگتا ہے جو مدد کرنے کی طاقت اور وسائل رکھتی ہے، یہ مدد اچھائی کرنے اور بُرائی سے بچنے دونوں معاملات میں مانگی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۗ" ترجمہ: "اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو" (سورہ مائدہ: ۲)۔

اسباب اور وسائل سے اوپر مدد طلب کرنا

ما فوق الاسباب مدد مانگنا یہ ہے کہ انسان کسی کام کے کرنے پر قادر نہ ہو، اس لیے ایک مؤمن آدمی اللہ سے مدد مانگتا ہے، جیسے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اسباب میں ایک لشکر تیار کیا اور جنگ بندی کی تیاری کی، لیکن ان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے آپ نے بارگاہ الہی سے اپنے لشکر کی فتح و نصرت کے لیے مدد طلب کی۔

"إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ ۗ" (سورۃ

الانفال: ۹) ترجمہ: "جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں"

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر نظر ڈالی جن کی تعداد ایک ہزار تھی، اور آپ کے ساتھی ۳۱۳ تھے، تو آپ نے قبلے کی طرف منہ کر کے ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب کو پکارا: "اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِ

مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنَّ تَهْلِكُ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ (حدیث

شماره: ۴۶۸۷ صحیح مسلم) ترجمہ: "اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے مجھے وہ عطا فرما، اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری بندگی نہیں ہوگی۔"

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک سائبان کے نیچے تشریف فرماتھے، فرمایا: اے خدا! میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا وعدہ پورا کر، خُدا یا: اگر مؤمنوں کا یہ گروہ یہاں سے فناء ہوگیا تو روئے زمین پر کوئی اور تیرے اکیلے کی عبادت نہیں کرے گا، اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کیا، کافی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہن کر باہر نکلے جب کہ آپ فرما رہے تھے، "سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيَوْلُونَ الدُّبْرَةَ" بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرٌ ﴿٣٦﴾" یعنی: ان کی جماعت عنقریب شکست کھا جائے گی، اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، لیکن ان کا مقررہ وقت قیامت ہے، اور روز جزا اس سے بھی بڑی اور کڑوی آفت ہوگی۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منافق تھا جو لوگوں کو اذیت پہنچاتا تھا، کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں منافق کے خلاف مدد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استغاثہ مجھ سے کرنا جائز نہیں ہے، جا کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو (وروی الطبرانی یاسنادہ عن عبادۃ بن الصامت أنه کان فی زمان النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - منافق یؤذی المؤمنین، فقال بعضهم فقوموا بنا نستغیث برسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - من هذا المنافق، فقال النبی - صلی اللہ علیہ وسلم: (انہ لا یستغاث بی، وإنما یستغاث باللہ)

استعاذہ (پناہ مانگنا)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگے، (فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ)، (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ)

لہذا ایک مسلمان پناہ مانگتے وقت کہتا ہے: "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"، اللہ کے پیغمبر بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں: "قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ" (سورہ بقرہ: ۶۷) ترجمہ: "میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں جاہلوں سے

ہوجاؤں"، "وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ۝۲۰" (سورہ دخان: ۲۶) ترجمہ: اور بے شک میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں، اس سے کہ تم مجھے سنگسار کردو"، "مَعَاذَ اللَّهِ" (سورہ یوسف: ۲۳) ترجمہ: "اللہ کی پناہ"، "قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا ۝۱۰ وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝۲۳" (سورہ اعراف: ۲۳) ترجمہ: "انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے، ابراہیم علیہ السلام جو کہ انبیاء کرام کے باپ ہیں وہ بھی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دربار سے رجوع کرتے تھے، " رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيداً لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ" (سورہ البائدہ/۱۱۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بارگاہ الہی میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوهُ عَنِ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ" (سورہ یونس: ۶۸)

مشرکین قریش کی پناہ مانگنے کی عادت

پیغمبر اسلام ﷺ سے پہلے کے زمانے میں ایسے لوگ تھے:

- 1 - جنات کی پناہ لیتے تھے: "وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا" (سورہ الجن/8) ترجمہ: اور یہ کہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انہوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔
- 2 - بعض مشرکوں نے نیک لوگوں کے مجسموں کی پناہ لی، جیسے: لات، منات، ببل وغیرہ۔
- 3 - حبشہ کے بعض مشرکین نے درختوں کی پناہ لی، اسے باعث برکت سمجھتے تھے، "فعن أبي واقد الليثي قال: «خرجنا مع رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إلى حنين ونحن حدثاء عهد بكفر، وللمشركين سدرة (بيري) كا درخت) يعكفون عندها وينوطون بها أسلحتهم، يقال لها ذات أنواط، فمررنا بسدرة، فقلنا: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله أكبر، إنها السنن، قلتم والذي نفسي بيده كما قالت بنو إسرائيل لموسى: اجعل لنا إلهًا كما

لَهُمُ الْهَيْئَةُ قَالِ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (سورة الأعراف: 138). لتركبن سنن من كان قبلكم" (سنن الترمذی تحت شماره (2180) اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

4 - بعض نے موتیوں، لٹھیوں، دھاگو، تاروں وغیرہ کی پناہ لی اور نظر بد سے بچنے کے لیے ان چیزوں کا استعمال کیا۔

5 - یہ تمام اسباق اس لیے ہیں کہ انسان مشکلات کے وقت اللہ کی پناہ لے، بی بی مریم جو ایک موحده اور یکتا پرست بیٹی تھی، فرشتے سے ملاقات کے وقت اسے نہیں پہنچاتی اور کہتی ہے: "قَالَتِ اِنِّيْ اَعُوْذُ

بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتُ تَقِيًّا" (سورة مریم: ۱۸)

ترجمہ: "مریم بولیں کہ اگر تم پر بیزار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں پناہ لینے کی بجائے دوسروں کی پناہ لیں؟

جی ہاں! ایسے لوگ ہیں جو قرآنی عقیدہ نہیں رکھتے، ان کے دلوں میں توحید جاگزیں نہیں ہوا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم خود مشرکین کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کی پناہ لیتے تھے، قرآن کریم کی آیات جنات کی زبانی ہمارے لیے اس طرح بیان کرتا ہے: "وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا" (سورة الجن)

ترجمہ: "اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے (اس سے) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی۔"

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ یہ اشخاص جو جنوں کی پناہ لیتے تھے، ان کی پریشانی میں اضافے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے تھے۔

ہمارے زمانے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو قسمت کا حال بتانے والے نجومیوں کے پاس جاتے اور ان کی پناہ لیتے ہیں، یا یہ کہ یہ جادوگر اور نجومی ان کو دوسروں کی پناہ دیتے ہیں جیسے: جنات کی اور ان کے تعویذوں میں جنات کے نام لکھتے ہیں، اور شیطان بھی جنات میں سے تھا، "إِلَّا إِبْلِيسَ" (سورة الأعراف: ۱۷) "كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ" (سورة كهف: ۵۰)

اس لیے وہ ایک نئے انداز میں ان لوگوں کے افعال کو دہراتے ہیں جن کا ذکر قرآن نے برائی سے کیا ہے۔

آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اشخاص کی پناہ لیتے ہیں، آپ پورا قرآن پڑھیں، قرآن کے کسی صفحے میں نہیں ہے کہ کسی پیغمبر نے کسی فرشتے

کی پناہ لی ہو، یا کسی پیغمبر نے اپنے پچھلے کسی پیغمبر کی پناہ لی ہو، یا قرآن کی کوئی آیت حکم دیتی ہو کہ اپنی مشکلات میں کسی شخص کی پناہ لے لو، لیکن بد قسمتی سے آج بہت لوگ ایسے ہیں جو اولیاء اللہ کی پناہ لیتے ہیں، یہ درست ہے کہ یہ لوگ عظیم ہستیاں ہیں، لیکن مصیبت کے وقت ان کی پناہ لینا جائز نہیں، تمام انبیاء نے ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں پناہ مانگی ہے، اگر ہم درد و تکلیف میں پناہ گاہ چاہتے ہیں تو صرف بارگاہ الہی سے رجوع کر کے انبیاء کی طرح "ربنا" کہیں گے۔

انسان کے دو دشمن، انس اور جن، اور ان کا مقابلہ کرنا

علماء کہتے ہیں کہ: انسان کا دشمن دوسرا انسان یا انسان کا دشمن شیطان ہوسکتا ہے، ہمارے عظیم رب نے ہمیں دشمن سے لڑنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے حسن سلوک، برداشت، ترک انتقام اور حوصلہ جیسے نکات اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے۔

اور اگر اس حکمت عملی سے دشمن نہ رکے تو پھر جہاد اور قتال کا حکم فرمایا ہے، لیکن شیطان کی دشمنی کے مقابلہ کے لیے صرف استعاذہ اور اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس موضوع کے بارے میں قرآن کی تین آیات لکھی ہیں، جن میں ان دو دشمنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، کہ وہ انسانی دشمن ہیں اور ان سے دفاع کے لیے اچھے کردار، عدم انتقام کے ساتھ ساتھ حسن سلوک کی طرف رہنمائی کی ہے، اور شیطان دشمن کے مقابلے میں استعاذہ کی تلقین کی ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں: پورے قرآن میں یہی تین آیتیں اس موضوع کے بارے میں آئی ہیں، ایک تو یہ ہے: "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ" (سورہ اعراف: ۱۹۹) (ای محمد) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو"

پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں کہا: "وَأَمَّا يَنْزِعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" (سورہ اعراف: ۲۰۰)

اور اس کا نتیجہ خدا کی پناہ مانگنا ہے، دوسری آیت میں انسانی دشمن کے علاج کے لیے فرمایا: "ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" (سورہ مؤمنوں: ۹۶)

یعنی: برائی کو اچھائی کے ذریعہ دفع کریں، پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں فرمایا: "وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ۗ" (سورہ اعراف: ۹۶) "وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ

يَحْضُرُونَ ۝۹۸ " (سورة المؤمنون: ۹۷، ۹۸) ترجمہ: "اور تو کہہ اے میرے رب!

میں شیطانوں کے وسوسے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموچود ہوں۔"

تیسری آیت میں انسانی دشمن سے دفاع کے لیے فرمایا: "ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝۳۴" (سورة فصلت: ۳۴) ترجمہ: تم برائی

کو اچھائی سے دور کرو، اگر آپ لوگ ایسا کرو گے تو دیکھو گے تمہارا دشمن تمہارا مخلص دوست بن جائے گا۔

پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں فرمایا: "وَأَمَّا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ

بِاللَّهِ ۝ إِنَّهُ هُوَ السَّبِيحُ الْعَلِيمُ ۝۳۶" (سورة فصلت: ۳۶)

یہ وہی الفاظ ہیں جو سورہ اعراف میں شیطان دشمن کو دور کرنے کے لیے آئے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے استعاذہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، (ابن کثیر)۔

ان تینوں آیات میں دشمنان انسانی کے ساتھ عفو و درگذر اور حسن سلوک بتایا گیا ہے، کیونکہ فطرتاً انسان ایسے ہی ہیں، اچھے سلوک اور احسان سے شکست کھا جاتے ہیں، اور جو اپنی صلاحیتیں کھو چکے ہیں اور صرف شر النفس ہیں، ان کا علاج دوسری آیات میں جہاد و قتال کے ساتھ بتایا گیا ہے، کیونکہ وہ کھلے دشمن ہیں، ان کا کھلے عام مقابلہ کیا جاتا ہے، اس لیے ان کی طاقت کو شیطان ملعون کے برعکس جو کہ فطری طور پر برا ہے، اس پر عفو و درگذر کا کوئی اثر نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنے شر سے باز نہ آجائے، اور نہ ہی اس کا مقابلہ جہاد سے کیا جاسکتا ہے، یہ دونوں قسم کے نرم اور گرم حرب صرف انسان دشمن کے خلاف استعمال کیے جاسکتے ہیں، شیطان کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے، لہذا اس کا علاج صرف خدا سے پناہ مانگنے اور ذکر الہی میں مصروف رہنے سے ہی ممکن ہے، کہ پورے قرآن میں اس کی تلقین کی گئی ہے، اسی پر قرآن کریم کا اختتام ہوا ہے۔

شیطان کو "خناس" کیوں کہا گیا؟

اہل لغت لفظ "خناس" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "خناس" صیغہ مبالغہ ہے "خنوس" کے مادہ سے لیا گیا ہے، جمع ہونے اور پیچھے ہٹنے کے معنی ہے، اس لیے "خناس" شیطان کا لقب پڑ گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ: شیطان کو اس لیے "خناس" کا لقب دیا گیا کہ وہ ہمیشہ انسان کو وسوسہ کرتا رہتا ہے، اور جیسے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جائے تو وہ خود کو چھپا لیتا ہے، اور جیسے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان واپس حاضر ہو کر اپنی "خناسی" میں مصروف ہو جاتا ہے۔

خناسوں کا گروہ

اس بارے میں کہ "وسواس خناس" صرف ایک گروہ یا متعین افراد و اشخاص ہیں، یا کہ صرف انسانوں میں "خناس" موجود ہے، یا یہ گروہ جنات میں بھی سرگرم ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہنا چاہیے کہ خناسوں کا گروہ صرف ایک گروہ یا ایک لباس میں موجود نہیں ہے، خناس جنوں اور انسانوں میں بکھرے ہوئے ہیں، ہر لباس ہر جماعت اور ہر گروہ میں پائے جاتے ہیں، اس گروہ کا مختلف اجتماعات میں اور مختلف لباسوں اور عناصر میں تقسیم ہونے کی حد ہم انسانوں کو سکھاتی ہے کہ ہم ان کی سازشوں اور پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں اور ان سب سے خدا کی پناہ مانگیں۔

شیطان اور انسان پر اس کا تسلط

انسان کے ذہن میں اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے عظیم رب نے ایسی مخلوق کیوں پیدا کی جو ابتداء پیدائش سے ہی انسان سے دشمنی رکھتی ہے، اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے وجود کو ختم کیوں نہیں کرتا؟

اس سوال کے جواب میں قرآن کریم سورہ اعراف کی آیت "۲۷" میں بہت خوبصورت جواب دیتے ہوئے کہتا ہے، اگر کوئی کہے خدا نے رحمن و رحیم نے کیسے ایک دشمن کو اس طاقت سے انسان پر غلبہ دیا، ایک ایسا دشمن جس کی طاقت کا کوئی توازن نہیں اور وہ جہاں چاہیے جاسکتا ہے بغیر اس کے اس کی موجودگی کا کوئی احساس کرے، حتیٰ کہ بعض روایات کے مطابق انسان کے جسم کے اندر رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے شیاطین کو بے ایمان افراد کا سرپرست بنایا ہے، "إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ" ﴿۲۷﴾ "یعنی: ان کو ہرگز ان لوگوں کے دل اور روح میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے جو اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، یا دوسرے لفظوں میں مذکورہ بالا عبارت اس فہم کو واضح کرتی ہے کہ: پہلا قدم انسان اٹھاتا ہے اور شیطان کو خود پر مسلط ہونے کی

اجازت یا موقع دیتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان کو داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے، اور انسان کے اس اقدام کے بعد شیطان داخل ہونے کا ذریعہ تلاش کرتا ہے، کہ خود کو انسانی روح کی حدوں تک پہنچنا دے اور اس پر پوری طرح قبضہ کر لے۔

اس لیے جو لوگ شیطان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے، تو شیطان ایسے افراد پر غلبہ پانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ہمارا عظیم رب اس بارے میں فرماتا ہے: "إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ

بِهِ مُشْرِكُونَ" (سورہ نحل: ۱۰۰) ترجمہ: "شیطان ان لوگوں پر غلبہ رکھتا

ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں، اور اس کو اپنا ولی بنا کر اس کی عبادت کرتے ہیں"

اسی طرح سورہ حجر: "۴۲" میں اس موضوع کو دوبارہ بیان فرماتے

ہیں: "إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ إِلَّا مَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَوِيں" ترجمہ: "تم میرے

بندوں پر حکمرانی نہیں کر سکو گے سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کرتے ہیں"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں شیطان اور اس کے چیلے نظر نہیں آتے، لیکن باشعور اور بیدار لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ شیطان خناس کے وسوسوں سے لڑیں تو اس کے اثر و رسوخ کو روک سکتے ہیں۔

گمراہوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

لغت میں "توبہ" اور "توب" بمعنی پلٹنے اور واپس ہونے کے ہیں۔ راغب اپنی "مفردات" میں لکھتے ہیں کہ: "توب" کا معنی ہے گناہ کو سب سے خوبصورت انداز میں چھوڑنا اور یہ معذرت کرنے کی بہترین شکل ہے، کیونکہ معذرت کرنے کی تین قسمیں ہیں:

یا معذرت خواہ شخص کہے: میں نے فلان کام نہیں کیا، یا کہے: میں نے وہ کام کیا ہے، لیکن اس کام کے کرنے سے میرا مقصد ایسا ویسا تھا، یا وہ کہتا ہے: میں نے ایسا کیا، لیکن میں نے برا کیا، اور میں اسے دوبارہ نہیں دہراؤں گا، آخری قسم کو شریعت میں توبہ کہا جاتا ہے۔

توبہ عربی لفظ ہے، جس کا معنی ہے گزرے ہوئے عمل پر پشیمان ہونا، اور ترک گناہ کا عزم کرنا، اور اعمال کی تلافی کرنا۔

محترم قارئین

جیسا کہ توبہ کے لفظی اور اصطلاحی مفہوم سے سمجھا جاسکتا ہے، توبہ دراصل دل کی ندامت ہے، یہ پچھتاوا اور پشیمانی نہ صرف دل کا ارادہ اور عزم ہے، بلکہ یہ عزم اور ارادہ انسان کے

عمل میں بھی ظاہر ہونا چاہیے، اور واضح کرنا چاہیے کہ اس معاملے میں سب سے اہم عمل فرائض کو انجام دینا اور محرمات کو چھوڑنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا عظیم رب اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے اپنے برے عمل پر پشیمان ہو اور اس کی تلافی کا عزم کرے، قرآن کریم کہتا ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی گہرائیوں سے توبہ کرتے ہیں، اور اپنے عمل کی اصلاح کرتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان کی توبہ قبول کی جائے گی، "إِلَّا

الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا" (سورہ بقرہ آیت: ۱۶۰)

اس صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے، توبہ قبول نہ کرنا یہ خدا کے مقصد کے خلاف ہے، اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا۔

ہمارے عظیم رب نے توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا رکھا ہے، اگر اللہ نہ کرے توبہ کے دروازے بند ہو جائیں تو تکامل کا محرک ختم ہو جائے گا، انسان کو تباہی، مصائب اور آخر کار زوال اور عظیم مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا، توبہ کے سوا انسان کی نجات کے لیے کوئی راستہ نہیں بچے گا۔

لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو ان تمام تر غیبات اور دعیدوں کے باوجود اپنی جہالت پر اڑے ہوئے ہیں، اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور وہ نہ صرف اپنے خالق کا انکار کرتے ہیں، بلکہ اپنی تمام شیطانی چالوں اور برائیوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اور برے انداز سے شرک کی تبلیغ کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت سورہ نساء آیات: (۴۸ اور ۱۱۶) میں فرماتے ہیں: "إِنَّ

اللَّهُ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۗ"

ترجمہ: "یقیناً خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے، اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے، اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان بندھا" اور پھر فرماتے ہیں: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ"

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا بَعِيدًا ۗ"

ترجمہ: "یقیناً خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخشش دیگا، اور جس نے خدا کے ساتھ شریک بنایا وہ راستے سے دور ہوجا پڑا"

مشرکین اور گمراہ لوگ دین اور اس کی خدمت کرنے والوں کے ساتھ دشمنی کو اپنی ذمہ داری بنا چکے ہیں ان کے منصوبوں میں فتنہ، بغض اور دشمنی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، سب سے پہلے وہ دوسروں کو ستانے اور غیبت کرنے کے بجائے خود پر ظلم کرتے ہیں۔

اسلام کے مقدس دین کی ہدایت اور احکامات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور پیشین گوئی کی گئی ہے کہ: ایسے لوگوں کی توبہ جو آیات اور احادیث نبوی میں تحریف کرتے ہیں، اور دینی عقائد کا انکار کرتے ہیں اور دین میں بدعت ایجاد کرتے ہیں، یا ان تمام لوگوں کی توبہ جو لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔

اس قسم کے لوگوں کے ساتھ خدا کا فضل شامل نہیں ہوتا اور فرعون کی طرح جہالت میں غرق اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں۔

لیکن محترم قاری! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ جس قدر بھی ہو توبہ سے معاف ہوجاتا ہے، عمومی اور جامع معافی قرآن کریم کی ایک آیت کا اہم پیغام ہے: "قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۝۱۰۰ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳" (زمر آیت: ۵۳)

ترجمہ: "کہہ دے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی؟ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی توبے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔" مگر وہ لوگ جو یا توحق کو نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت اور کج روی کا شکار ہیں، یا جان بوجھ کر گمراہ ہیں، اور اپنی زبان و قلم سے دوسروں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں، ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور آخر کار اس دنیا میں شرمندہ ہوں گے، اور آخرت میں جہنم میں ہوں گے اور ان پر خدا کی لعنت ہوگی۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، قرآن کریم مشرکین اور شرک کفر اور الحاد کی تبلیغ کرنے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ خدا تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، لیکن شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرتا۔

"إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (سورہ نساء: ۱۱۶) ترجمہ:
 "بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے"
 متعدد علماء کرام کی رائے ہے کہ: توبہ کی آیات کے الفاظ میں عمومی مفہوم دیکھا جاسکتا ہے، ایک اصطلاح کے مطابق یہ تمام انسانوں کی حالت کو شامل ہے، اور شرک کو بھی احاطہ کرتی ہے، اور کہتے ہیں کہ اس حکم میں شرک بھی شامل ہے، جیسا کہ کہتا ہے: "وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ" (سورہ شوری: ۲۵)

اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت اور دیگر آیات جن میں توبہ کے احکام شامل ہیں، ان میں شرک کے بھی معافی کا ذکر ہے، توبہ کے نتیجے میں، شرک کو معاف نہ کرنے کا مطلب اس کی توبہ قبول نہ کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے نتیجے میں، نیک اعمال کرنے اور کبیرہ گناہوں کو ترک کرنے جیسے طریقوں سے انہیں معاف کیا جائے گا، لیکن شرک کبھی بھی اس خصوصی رحمت کے دائرے میں شامل نہیں ہوتا، کیونکہ شرک پر رحمت الہی کے نزول کا کوئی راستہ نہیں، البتہ توبہ کی روشنی میں معاف ہونا ایک فطری امر ہے، وہ لوگ جو اسلام کی ابتداء میں دین اسلام کی طرف راغب ہوتے تھے، تو نبی ﷺ ان کا اسلام قبول کرتے تھے، حالانکہ پہلے وہ مشرک ہوتے تھے، اس لیے توبہ اور گناہ سے واپسی تمام گناہوں کو دھو ڈالے گی، حتیٰ کہ شرک کو بھی۔

فرعون کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی

فرعون کی توبہ اس لیے قبول نہ ہوئی، کیونکہ فرعون کا ایمان ہنگامی حالات اور مجبوری کے تحت تھا، یعنی جب فرعون ایک ایسی حالت میں پہنچ گیا، جہاں سے نکلنا ناممکن تھا، اور دوسری طرف اس کے پاس اس سے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا، اور اس کی موت یقینی تھی، لہذا اس کی توبہ اور پشیمانی اس کے کسی کام نہ آئی یہ ان تمام مجرموں، گنہگاروں اور گمراہوں کے حال اور قسمت کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان یا توبہ انہیں ہنگامی حالت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

قرآن عظیم ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ بیان فرماتا ہے: "حَتَّىٰ إِذَا
 آذَرَكَ الْغُرْقُومُ ۝ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُوءًا إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۹۰"
 (سورہ یونس آیت: ۹۰)

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آپکڑا تو کہنے
 لگا میں ایمان لایا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس
 کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔"

اس لیے خدا نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "الَّذِينَ آمَنُوا وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ
 الْمُفْسِدِينَ ۝۹۱"

ترجمہ: "(جواب ملا) کہ اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا
 رہا اور مفسد بنا رہا"
محترم قارئین:

یہ حکم فرعون کے لیے نہیں ہے، توبہ قبول کرنے کی شرائط میں سے
 ایک شرط یہ ہے کہ توبہ موت آنے سے پہلے کی جائے، جیسا کہ
 قرآن کریم کہتا ہے: "وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۝ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
 قَالَ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْنَ" (سورہ نساء: ۱۸)

ترجمہ: "اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے
 کام کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آجود
 ہو۔"

حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ عبادات میں شریعت کی بنیاد نقل پر ہے نہ کہ
 عقل پر، لیکن اس میں سادہ اور قابل فہم منطقی بات یہ ہے کہ بندے
 کے اختیار میں ہے، اگر اس نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور
 واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے، اور کوئی اچھا موقع نہیں ہے توبہ
 بسی سے آخری موقع پر توبہ کا انتخاب کرتا ہے، تو اس صورت
 میں منطقی بات بھی ایسی ہے کہ توبہ قبول نہ ہے۔

ایسی منطق اللہ تعالیٰ کی رضا اور ارادہ کے سامنے باوجود تمام
 گناہوں کے ممکن ہے معافی کے مستحق قرار پائے، (ان شاء اللہ
 تعالیٰ) البتہ یہ آیت ان آیات کے معانی سے متصادم نہیں ہے جو کہتی
 ہیں کہ آخری سانس تک توبہ قبول ہے۔

کیونکہ اس سے مراد وہ لمحات ہیں کہ اس نے ابھی تک موت کی
 قطعی نشانیاں نہیں دیکھی ہیں، یعنی عالم برزخ کو نہیں دیکھا ہے۔

اے پروردگار! ہمیں سچے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور گمراہ ہونے سے بچا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں حاضر و ناظر سمجھتا ہے اسے کبھی کفر نہیں کرنا چاہیے اور برائی اور فساد کا پرچار نہیں کرنا چاہیے، خدا کی ذات اس تمام فتنہ و فساد سے پاک ہے جو وہ دیکھتے ہیں، اور اس سلسلے میں مجرموں کو سب سے پہلے نقصان پہنچے گا اور اس سے پہلے کہ ان کو نقصان پہنچے، اچھے اعمال و افعال کی طرف رجوع کریں اس کا بہترین طریقہ اور اس قرآنی آیت کی مثال کے طور پر ہم انسانوں کے لیے اب عمل کرنا ممکن نہیں رہا، یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم پوری ایمانداری کے ساتھ دعا کریں اور اظہار کریں: "قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا ۝ وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۲۳" (سورہ اعراف: ۲۳)

ترجمہ: "دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہوجائیں گے۔"

شیطان خبیث

"يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۝ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۝ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۶۸"

ترجمہ: "اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

ماہر لسانیات کی اکثریت کا خیال ہے کہ "شیطان" عربی لفظ ہے، اور "شطن" کے مادہ سے مشتق ہے، "شطن" دور ہونے کے معنی میں ہے، اور سرکشی کرنے والا متمرّد چاہے انسان ہو یا جن یا جانور شیطان کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے، لیکن "شاطن" بہ معنی خبیث کے ہے، اور ابلیس اس کی اولاد (خاندان) اور اعوان (مددگاروں) کو سرکشی، عصیان اور خباثت، اور وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے شیطان خبیث کہا گیا ہے۔

یہ لفظ قرآن پاک میں شیطان کے ساتھ تعاون کرنے والوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے، "وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَٰطِئِيْهِمْ ۝ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ" (سورہ بقرہ: ۱۴) (اور جب منافق اپنے شیاطین کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں)

یا جیسا کہ قرآن کریم سورہ انعام آیت نمبر "۱۱۲" میں فرماتا ہے:
"وَكذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْحِیْنَ" (اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا)
"الشیطان، الشیاطین" اور **"شیطانا"** قرآن عظیم کی مختلف سورتوں میں اس کا ذکر "۹۰" سے زیادہ مرتبہ آیا ہے، تمام مواقع میں شیطان انسان کا دشمن اور برا چاہنے والے کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ شیطان طنزیہ انداز میں کہتا ہے: پروردگار! تیرے بندے تجھ سے محبت کرتے ہیں، لیکن تیری نافرمانی بھی کرتے ہیں، اور اس کے برعکس مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور میری اطاعت کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ بدلے میں جواب دیا جائے گا: میں ان کی اس اطاعت کو جو تیری کرتے ہیں معاف کروں گا، اس دشمنی کی وجہ سے جو تیرے ساتھ رکھتے ہیں، اور میں ان کا ایمان قبول کرتا ہوں، اگر چہ انہوں نے میری اطاعت نہیں کی اس محبت کی وجہ سے جو وہ مجھ سے رکھتے ہیں۔

قرآن میں بعض شیطانی بری صفات

پہلی صفت: جو قرآن عظیم میں شیطان کے لیے بیان کی گئی ہے وہ درحقیقت انسان اور اس کی اولاد سے شیطان کی شدید دشمنی ہے، **"إِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسٰنِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ"** (یقیناً شیطان کی دشمنی انسان کے لیے عیاں ہے) (سورہ یوسف: ۵)

دوسری صفت: جو کہ قرآن کریم میں شیطان کی بیان کی گئی ہے: وہ بہکاوہ، اور شیطان کی گمراہ کن سازش ہے، **"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُوِيَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۲"** (شیطان نے کہا: قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا) (سورہ ص آیت: ۸۲)

تیسری صفت: قرآن کریم میں جو شیطان کی بیان ہوئی ہے وہ تکبر اور غرور کی سب سے بری اور بدترین صفت ہے: **"يَعِدُّهُمْ وَيُمْنِيَهُمْ ۝ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲۰"** (شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے، خواہشات میں انہیں مشغول رکھتا ہے، انہیں دھوکہ اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں دیتا) (نساء: ۱۲۰)

اسی طرح : سورہ ابراہیم: (۲۲) (حشر: ۱۷-۱۶) (اسراء: ۶۴-۶۵)، (انفال: ۴۸) ملاحظہ کریں قرآن میں شیطان کا ایک نام "غرور" بھی بیان ہوا ہے "غرور" لفظ "غرور" کا صیغہ مبالغہ ہے، اور دراصل اس کا اصلی معنی کوئی شخص یا کوئی ایسی چیز ہے جو بہت چالاک اور دھوکے باز ہو، "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝" (سورہ فاطر: ۵) "اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے" (سورہ فاطر آیت: ۵)۔ اسی طرح سورہ لقمان آیت: "۳۳" میں۔

"يُنَادُوهُمْ أَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝۱۴" ترجمہ: "وہ انہیں آواز دیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور (جھوٹی) آرزوں نے تمہیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور اس دغا باز نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔"

اگر ہم آدم علیہ السلام کے واقعہ میں شیطان کی چالوں اور فریبوں کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ شیطان ماہر نفسیات کے طور پر اور انسانی جسم میں موجود دو طاقتور خواہشات پر ہاتھ رکھ کر (ایک ہمیشہ رہنے کی خواہش اور دوسری طاقت کی خواہش) اس نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا اور اس کے غور فکر کے مرکز کو نشانہ بنایا، "فَوَسَّوَسَ لَهَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهَا مَا وَرَّىٰ عَنْهَا مِنْ سَوَابِهَا وَقَالَ مِمَّا تَرَبَّصْتُمْ عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لِنَاصِحِينَ ۝۲۱" (سورہ اعراف: ۲۱-۲۲) ترجمہ: پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کرے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔"

"فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ۝۱۲۰" (سورہ طہ : ۱۲۰) ترجمہ: پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا اے

آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟"

اور اس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "فَدَلَّهَا بِغُرُورٍ... وَتَادِبَهَا رَبُّهَا لَمَّا آتَمَّهَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقْلَلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝۲۲" (سورہ اعراف : 22) ترجمہ: "پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا... اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا اور تم دونوں سے نہیں کھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔"
چوتھی صفت: شیطان کی قرآن میں یہ ہے کہ شیطان نے انسانوں کے اعمال کو انسانوں کی نظروں میں خوبصورت اور مزین دکھایا ہے، اس طرح سے وہ انسانوں کو راہ راست اور حق کے راستے سے بھٹکانا اور منحرف کرنا چاہتا ہے: "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۝۲۳" (سورہ نمل: 24).

ترجمہ: "اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس انہیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پائے۔"
پانچویں صفت: شیطان کی قرآن میں یہ ہے کہ: شیطان ہمیشہ لوگوں کو فحش اور گناہ کا حکم دیتا ہے: "الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ ۝ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۝ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۲۶۸" (سورہ بقرہ: 268) . ترجمہ: "شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ تعالیٰ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔"
چھٹی صفت: شیطان کی قرآن میں یہ ہے کہ: باوجود اس کے کہ شیطان مکار اور دھوکے باز ہے، لیکن اس کا مکر اور حیلہ کمزور ہے: "إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا" (سورہ نساء : 76) ترجمہ: "بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔"

ساتویں صفت: شیطان کی قرآن مجید میں یہ ہے کہ: شیطان بھولنے کا سبب بن جاتا ہے: "فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ۝ وَمَا أَنسِيئُهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ" (سورہ کہف: 63) ترجمہ: "بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے۔"
"فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ" (سورہ یوسف : 42) ترجمہ: لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقاسے ذکر کرنا بھلا دیا۔"

آٹھویں صفت: شیطان کی قرآن کریم میں یہ ہے کہ : شیطان کی اولاد اور اس کی نسل کی پیدائش ہے: "أَفْتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۗ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا" (سورہ کہف: 50) ترجمہ: "کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سواء دوست بناتے ہو ، حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے"۔

نویں صفت: خود کو خیرخواہ کے طور پر پیش کرنا: شیطان کی چالوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انسان کے خیالات میں گھس جاتا ہے اور اس طرح خود کو انسانوں کے لیے خیرخواہ ظاہر کرتا ہے، مثال کے طور پر ، شیطان کی چال آدم علیہ السلام کے بارے میں تھی: "فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَآئِهِمَا وَقَالَ مَا نُمَكِّدُكُمْ بَعْزًا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۗ" (سورہ اعراف: 21-22) ترجمہ: پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کرے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔"

"وسوسلہ" جملے میں حرف "لام" کے مطابق جو عموماً فائدے کے لیے آتا ہے ، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اپنے وسوسے میں آدم کے لیے مہربانی اور دوستی کا روپ اپنایا تھا، جب کہ جملہ "وسوسالیہ" میں ایسا کوئی معنی نہیں ہے، اس کا صرف کسی کے دل میں "مخفی طور پر داخل" ہونا ہے۔

محترقارین:

دشمن پر بھروسہ کرنا اور اس کی مسکراہٹوں ، وعدوں اور حمایتوں کی جال میں پھنس جانا بھی ایک اور بڑی مصیبت ہے جس سے لوگوں کو ہوشیار رہنا چاہیے، دشمن کو اس کی نشانیوں سے پہچاننا چاہیے، چاہے جس شکل میں بھی ہو، اور لوگوں کو اس کے رویے سے آگاہ کیا جائے ، جو کبھی کبھی دوستی اور مدد کی ظاہری شکل کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔

اے پروردگار ! ہمیں شیطان مردود اور خبیث کے شر سے محفوظ رکھ ، اے اللہ ! ہم شیطان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان سے نمٹنے میں قرآن کریم کی ہدایت و رہنمائی

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ، قرآن کریم نے متعدد آیات میں شیطان کو انسان کا واضح دشمن قرار دیا ہے اور فرمایا: "إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ" ترجمہ: شیطان انسان کا صریح دشمن ہے " ایک اور تنبیہ میں فرماتا ہے: اے ابن آدم! شیطان تمہیں دھوکہ نہ دے ، جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکال دیا۔

قرآن عظیم انسان کو خبردار کرتا ہے ، اور انسان کو ہمیشہ خطرے سے آگاہ کرتا ، اور فرماتا ہے: جو شخص خدا کی بجائے شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست منتخب کرے گا وہ صریح اور عظیم نقصان کا مرتکب ہوگا۔ نیز شیطان کے پیروکاروں میں بارے قرآن کہتا ہے: "میں ضرور تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے بندوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام قرآنی تنبیہات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور شیطان خبیث کی خطرناک عزائم کے بارے میں انبیاء اور علماء کی تمام تنبیہات کے باوجود لوگ ان تنبیہات سے غافل کیوں ہیں؟ اس کے جواب یہ ہو سکتا ہے کہ انسانوں کی اس غفلت کا خلاصہ درج ذیل عوامل میں کیا جاسکتا ہے :

پہلا عامل: انسانوں میں شیطان کا اثر اس قدر پوشیدہ اور خفیہ منصوبہ بندی کی تحت ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ اس نے خود ہی فیصلہ کیا ہے ، اور وہ کسی کی دشمنی محسوس نہیں کرتا۔

دوسرا عامل: اس خطرناک دشمن کی پیروی کے فوری نتائج ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر لوگ جو شیطان اور نفس امارہ کی پیروی کرتے ہیں ، اتنی جلدی نہیں کہ انسان اس کا کڑوا ذائقہ چکھ کر اس کا مقابلہ کر سکے ۔

تیسرا عامل: انتہا پسندی ہے ، جس کے نتیجے میں لوگ مزاحمت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں ، چوتھا عامل: حیرت انگیز تنوع اور لچک ہے ، جو شیطان میں موجود ہے ، انسانوں پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں سے ایک شیطان کی منصوبے ہیں ۔

یاد رہے کہ قرآن عظیم میں شیطان کو انسان کا واضح دشمن قرار دیا گیا ہے۔

رب تعالیٰ نے شیطان کو وسوسے کی اجازت کیوں دی ؟

اس سے پہلے کہ میں سوال کا جواب دوں ، ذرا سا پیچھے جا کر واقعہ کا قرآن عظیم کے نقطہ نظر سے مختصراً شروع سے آغاز کرتا ہوں ، جب شیطان نافرمانی کی وجہ سے دربار الہی سے دھتکارا گیا ، تو اس

نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی، اللہ تعالیٰ نے اسے ایک خاص مدت تک کے لیے اسے مہلت دی، تو شیطان نے مہلت پانے کی بعد کہا کہ: وہ بنی آدم کو فتنے میں ڈالے گا، اور ان کو برے کاموں پر مجبور کرے گا، قرآن مجید نے سورہ حجر کی آیت: (36 تا 40) اس بارے میں کہتا ہے: "قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾" ترجمہ: "(اس نے) کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے، فرمایا: تجھے مہلت دی جاتی ہے وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک، (اس نے) کہا پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا، ہاں! ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو پانا مشکل ہے)۔"

سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے: کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اختیار اور انتخاب کی آزادی دی، تاکہ انسان اچھائی اور برائی کے انتخاب میں آزاد ہو، وہ چاہے تو انبیاء کے راستے پر چل کر ابدی سعادت حاصل کرسکے، اور اگر چاہے تو اور اپنے آپ کو خدا اور پیغمبر سے دور کر کے گناہ اور برائی کی طرف پلٹ سکتا ہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مقدس کتابیں بھیج کر انسان کو نیکی اور سعادت کی طرف دعوت دی تو انسان کو شر اور برائیوں کی طرف دعوت دینے والی قوت کا ہونا بھی ضرورت تھی، تاکہ انسان کی آزادی، اختیار اور انتخاب میں ضائع نہ ہو، اور وہ دورا ہے پر کھڑے ہو کہ، درست راستے کا انتخاب کر کے اپنا کمال ثابت کرے، مطلب یہ کہ یہ امتحان اور انتخاب بندے کی ضرورت ہے۔

لہذا شیطان کے وسوسے نہ صرف ایمان والوں کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں، بلکہ یہ ان کے تکامل اور ترقی کا سبب بنتے ہیں، اور شیطان کے وسوسوں کے باوجود خدا کی راہ کا انتخاب بہت قیمتی ہے، ایمان والے شیطان کے فتنوں سے لڑ کر کمال کے اعلیٰ درجے پر پہنچ جاتے ہیں، بنیادی طور پر دشمن کی موجودگی انسان کو زیادہ تیار اور مضبوط بناتی ہے، اور اسے اپنے تمام امکانات کو بروئے کار لانے اور اپنے عزم پر ثابت قدم رہنے پر مجبور کرتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لیں کہ شیطان کے وسوسے زبردستی کی حد تک نہیں ہیں، اور شیطان کبھی بھی کسی شخص کو گناہ کرنے پر مجبور

نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو اس بات کی اجازت ہے، اس کا کام صرف وسوسہ ڈالنا ہے، ایک مؤمن شخص کے لیے اس کا مقابلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا، جب وہ اس سے چند بار مقابلہ کرلے، جیسا کہ قرآن عظیم نے اس معاملے کو سورہ نحل آیت: "99 تا 100" میں اپنی خاص خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے: "إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾" ترجمہ: بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، ان کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔"

اس کے علاوہ ایک اور جگہ قرآن کریم شیطان کی بات نقل کرتا ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے جواب میں کہے گا جو اپنی گمراہی کا ذمہ دار شیطان کو ٹھہرا تے ہیں " وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاَسْتَجِبْتُمْ لِي ﴿١٠٠﴾ فَلَا تَلُمُوْنِي وَّلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ ﴿١٠١﴾" (سورہ ابراہیم : 22) ترجمہ: " اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے فوراً میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔"

مختصر یہ کہ شیطان کا وسوسہ اجباری اور الزامی نہیں ہے، یہ فتنہ مؤمنوں کی ترقی اور ارتقا کا باعث بھی ہے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں

اے رب! ہمیں شیطان مردود کے وسوسوں سے، اس کے شیطانی، خبیثانہ اور ابلیسانہ کاموں سے، اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے مکار شیطان کے فریب سے: "الَّذِي يُوسِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿٥٠﴾" اور خناس کی فتنہ انگیزی کے شر سے اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ اے رب! ہم شیطان خبیث کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں، اور بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں: "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿١﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفْثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾" ترجمہ: کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی، اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳) اور گروہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (۴) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (۵)۔

اے رب! تو رحمان، رحیم اور کریم ہے، اپنے گنہگار بندوں سے اپنے فضل اور رحمت نہ روک۔

شیطان کے وسوسے کو دور کرنا

درحقیقت فتنہ ایک خطرناک بیماری ہے، اور یہ انسانوں کے لیے شیطان کی چالوں میں سے ایک ہے، کہ شیطان اپنے وسوسوں سے لوگوں کو مشکل میں ڈالنا چاہتا ہے، اس لیے خدانے اپنے نبی کو اس فتنہ سے خدا کی پناہ لینے کا حکم دیا اور اس معاملے پر مکمل سورت نازل فرمائی: "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ إِلَهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝۴

الْحَنَّاسِ ۝۵ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝۶ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۷"۔

شیطان لوگوں کو آزماتا ہے، اور مؤمنوں کے معاملے میں سخت ہے، وسوسہ کا علاج دو چیزوں سے ہوتا ہے:

1- مؤمن کو چاہیے کہ اس وسوسے کی طرف توجہ نہ کرے، بلکہ عزم کے ساتھ اسے دفع کرے، کیونکہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہے، اور اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔

2- وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے تو شیطان اس سے دور رہے گا، اس لیے کہ شیطان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "الْوَسْوَاسِ ۝۴ الْحَنَّاسِ" یعنی جب کوئی شخص اپنے رب کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اسے آزماتا ہے، جب بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان اس سے دور رہتا ہے، سائل اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ یہ دو کام کریں:

(أ) وسوسہ پر توجہ نہ کریں اور اس سے متاثر نہ ہوں تو اللہ کے حکم سے وسوسہ دور ہو جائے گا، کیونکہ جب بندہ اس کی طرف توجہ کرتا ہے یا اس پر دھیان دیتا ہے تو وسوسہ اضافہ ہوتا ہے اور شیطان انسان پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن عظیم کی تلاوت میں کثرت سے مشغول رہے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے، آیت الکرسی اور معوذتین (سورہ فلق اور ناس) کی تلاوت کرے اور مسلسل پڑھے، اس عمل کے ساتھ اللہ کی حکم سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔

شیطان کا مکر بہت کمزور ہے

مندرجہ بالا پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ شیطان کی طاقت مضبوط اور اس سے لڑنا بہت مشکل اور بھاری ہے،

اس خیال سے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا" ترجمہ: "بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے" (سورہ نساء: 76)۔

سورہ نحل میں جہاں قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے مدد مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جن مؤمنوں نے خدا پر بھروسہ کیا ہے، یعنی: خدا کی پناہ مانگی ہے ان پر شیطان کا تسلط نہیں ہوگا، جیسا کہ فرماتا ہے: "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" ۹۸ ○ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۹۹ ○ إِمَّا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۱۰۰ ○" سورہ نحل " 98 تا 100)۔

ترجمہ: اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، ان کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔"

استعاذہ کے مسائل اور اس کے شرعی احکام کی تفصیل گزر چکی ہے ملاحظہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا آغاز سورہ مبارکہ فاتحہ سے کیا ہے، کہ حمد و ثناء کے بعد اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سے مدد طلب کرنا اور صراط مستقیم پر چلنا، مدد الہی اور صراط مستقیم ایسی دو چیزیں ہیں کہ ان میں انسان کے دین اور دنیا کی کامیابی پوشیدہ ہے، لیکن ان دونوں چیزوں کو حاصل کرنے اور پھر ان کو استعمال کرنے میں شیطان کے مکر و فریب اور وسوسے کی جال قدم قدم پر بچھا ہوا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اس جال کے منصوبے کو پاش پاش کرنے پر ختم کیا جو کہ استعاذہ ہے۔

محترم قارئین:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پہ جاتے، دونوں ہتھیلیاں ملا کر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھتے، پھر ہاتھ کے دونوں ہتھیلیوں سے سر، چہرہ اور جسم کے دیگر حصوں کو مسح کرتے، اور اسی طرح تینوں سورتوں کو تین بار پڑھتے۔

(اہل سنن کی روایت کی مطابق) اللہم اجعلنا من المخلصين في أعمالنا وادفع عنا أذى شياطين الإنس والجن وأبعد عنا شر الموسوسين وقنا عذاب جهنم ولا تفضحنا يوم العرض والدين.

«سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ» 180 «وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ» 181 «وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» 182 "ترجمہ: پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب، ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، اور سلام ان پر جو بھیجے گئے، اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد. وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد. سبحانك اللهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك. اللهم اجعل القرآن حجة لنا ولا تجعله حجة علينا برحمتك يا أرحم الراحمين.

يا لها! ہم سے اپنے کلام کا ترجمہ اور تفسیر قبول فرما اور اسے ہمارے نیک اعمال میں شمار فرما، قرآن کو ہماری زندگیوں کا رہنما بنا۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**